الغزالی فورم کا ترجمان

افکارِ قاسمی

نیا سال آپ کے لیے خوشی کا پیغام لائے

شمارہ یکم جنوری ۲۰۲۲ تا مارچ ۲۰۲۲



اللَّهُمَّ أَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، وَرِضْوَانٍ مِنَ الرَّحْمَنِ، وَجِوَارٍ مِنَ الشَّيْطَانِ

اے اللہ اس چاند کو ہمارے اوپر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور رحمن کی رضامندی اور شیطان کے بچاؤ کے ساتھ داخل فرما

https://www.algazali.org

الغزالی فورم

شائع کردہ

مجلہ

افکارِ قاسمی

بدعا: شیخ الحدیث مولانا خادم حسین صاحب

- دینی، علمی، اصلاحی، کمپوز شدہ مضامین قابل قبول ہوں گے۔
- نزاعی اور اختلافی نیز سیاسی مضامین شائع نہیں ہوں گے۔
- مضمون نگاروں کی تمام آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
- تمام کمپوز شدہ مضامین صرف بذریعہ ای میل ارسال کریں۔
- ہر شمارہ ڈاؤنلوڈ کر کے محفوظ کرلیں ای میل سے نہیں بھیجا جائے گا۔

الغزالی اُردو فورم www.algazali.org

فہرست مضامین

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

website:www.algazali.org Email:qasmimag@gmail.com

2021 بھی رخصت ہوا

اداریہ، مدیر التحریر کے قلم سے

اس دنیا کا دستور ہے یہ جو ایک دن اس دنیا میں آیا ایک دن وہ اس دنیا سے رخصت ہوگا، جو بھی اس دنیا میں ہے وہ سب فانی ہے۔ جو بھی آئے گا وہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے گا۔ مہمان جیسی مثال دی گئی کہ جیسے وہ چند لمحے آتا ہے، خوشیوں کے لمحے ہمارے ساتھ بتاتا ہے، چند یوم ہمارے پاس قیام کرتا ہے اور ایک دن ہم سے رخصت ہو جاتا ہے۔ بلکل اسی طرح ایک دن تھا کہ جب سال 2021 پوری آب وتاب وشان وشوکت کے ساتھ ہمارے پاس آیا تھا تین سو پینسٹھ دن ہمارے ساتھ رہا اور اب ہم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا ہے۔ یہ سال جاتے جاتے ہمیں پیغام دے گیا کہ صرف میں ہی نہیں رخصت ہو رہا بلکہ میں تمہاری زندگی کا ایک سال کم کر کے جا رہا ہوں یعنی تمہاری زندگی کا ایک حصہ میرے ساتھ رخصت ہو رہا ہے اور جس طرح میرا سورج ہمیشہ کے ڈوب گیا اسی طرح تمہاری زندگی کا سورج بھی ایک دن ہمیشہ کے لیے ڈوب جائے گا۔

اور یہ سال یہ بھی بتا رہا ہے اے انسان! جب میں آیا تھا اس وقت بہت سے لوگ تمہارے ساتھ تھے، انہوں نے خوشیاں منائی تھیں لیکن میری رخصتی سے قبل وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ۔ یاد رکھنا یہ گزرے لمحات لوٹ کر نہیں آئیں گے آج وقت ہے ان لمحات کو قیمتی بناؤ، اپنے ماضی میں جھانکو، جو لغزشیں ہوئیں، جو خطائیں ہوئیں، جو نافرمانیاں ہوئیں ان کی معافی مانگ لو آج تمہیں اللہ نے موقع دیا ہے اس کو غنیمت جان ورنہ پچھتاوے کے سوا تیرے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔

گزرا ہوا سال تلخ تجربات، حسیں یادیں، خوشگوار واقعات اور غم والم کے حادثات چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اور انسان کو زندگی کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا پیغام دے کر الوداع کہتا ہے، سال ختم ہوتا ہے تو حیات مستعار کی بہاریں بھی ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنی مقررہ مدت زیست کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہوتا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم اور شرمندہ نہیں ہوا

جتنا کہ ایسے دن کے گزرنے پر جس کا سورج غروب ہوگیا جس میں میرا ایک دن کم ہوگیا اور اس میں میرے عمل میں اضافہ نہ ہوسکا۔(قيمة الزمن عند العلماء، ص: ۲۷)

یہ عمر اور زندگی جو ہم کو عطا ہوئی ہے وہ صرف آخرت کی ابدی زندگی کی تیاری کی خاطر عطا ہوئی ہے کہ ہم اس کے ذریعے آنے والی زندگی کو بہتر بنا سکیں اور اپنے اعمال کو اچھا بنا سکیں۔

نئے سال کا جشن منانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں بلکہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔مسلمانوں کو غیروں کی مشابہت سے بچنا چاہیئے کیونکہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو غیروں کی اتباع اور مشابہت اختیار کرنے سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"۔ (ابو دؤد ۲/۲۰۳ رحمانیہ)

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں سے ہے۔

سال نو کا پہلا مہینہ جب ہوتا تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دوسرے کو یہ دعا سکھاتے اور بتاتے تھے:

"اللّٰهُمَّ أدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالأمْنِ وَ الإيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالإسْلَامِ، وَرِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ وَجِوَازٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ" (المعجم الاوسط للطبرانی ۶/۲۲۱ حدیث: ۶۲۴۱ دار الحرمین قاھرہ)

ترجمہ: اے اللہ اس نئے سال کو ہمارے اوپر امن وایمان، سلامتی واسلام اور اپنی رضامندی؛ نیز شیطان سے پناہ کے ساتھ داخل فرما۔

نیا سال ہمیں دینی اور دنیوی دونوں میدانوں میں اپنا محاسبہ کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔کہ ہماری زندگی کا جو ایک سال کم ہوگیا ہے اس میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟

ہمیں عبادات، معاملات، اعمال، حلال وحرام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائے گی کے میدان میں اپنی زندگی کا محاسبہ کرکے دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں؛ اس لیے کہ انسان دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو چھپا سکتا ہے؛ لیکن خود کی نظروں سے نہیں بچ سکتا؛ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"حَاسِبُوْا أنْفُسَكُمْ قَبْلَ أنْ تُحَاسَبُوْا"۔ (ترمذی ۴/۲۴۷ ابواب الزھد، بیروت)

ترجمہ: تم خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے۔

سال نو پر انسان کو اپنے مستقبل کا لائحہ عمل کا بھی سوچنا چاہیے کہ مستقبل کے لائحہ عمل میں بندی دینی اور دنیوی دونوں معاملات میں ہو

جیسا کہ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ"۔ (مشکاۃ المصابیح ۲/۴۴۱ کتاب الرقاق)

ترجمہ: پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جان لو (۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) اپنی صحت وتندرستی کو بیماری سے پہلے (۳) اپنی مالداری کو فقر وفاقے سے پہلے (۴) اپنے خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے (۵) اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

آخرت کی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اسی دنیا کے اعمال پر منحصر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

" وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى، وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرٰى، ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفٰى"۔ (سورئہ نجم، آیت/ ۳۹،۴۰،۴۱)

ترجمہ: اور ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی، اور بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیا سال خوشی کے بجائے ایک حقیقی انسان کو بے چین کر دیتا ہے؛ اس لیے کہ اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے میری عمر رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے اور برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ وہ کس بات پر خوشی منائے؟ بل کہ اس سے پہلے کہ زندگی کا سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو جائے کچھ کر لینے کی تمنا اس کو بے قرار کر دیتی ہے اس کے پاس وقت کم اور کام زیادہ ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں ماضی کا احتساب کرنے اور سال نو پر جشن کے بجائے ،فضول خرچی کے بجائے امن وسلامتی کی دعا کرنے اور سب کے لیے خیر وبھلائی مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆☆

درس قرآن

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قرآن پاک کے چاروں مضامین اجمالی طور پر بسم اللہ الرحمن الرحیم میں پائے جاتے ہیں۔ دو صراحۃً اور دو اشارۃً۔ وہ اسی طرح کہ تسمیہ میں تین اسماء باری ہیں، اللہ، الرحمن، الرحیم۔

لفظ اللہ میں خالقیت کا بیان ہے، الرحمن الرحیم میں تخت شاہی پر متمکن ہونے یعنی شہنشاہیت کا بیان ہے۔تو جب خالق اور بادشاہ اللہ ہے تو اشارۃً معلوم ہو گیا کہ مربی و پروردگار بھی اللہ ہے۔ جب دنیا میں مربی، مالک اور متصرف مختار ہے آخرت میں بھی وہی مالک و مختار ہو گا۔

خلاصۂ بسم اللہ

اس کی ''با'' میں ہے کیونکہ ''با'' استعانت کی ہے یعنی دنیا و آخرت کی تمام حاجات میں استعانت فقط اللہ سے حاصل کرو اور غائبانہ ہر مشکل میں اسی کو پکارو یا کہ ''با'' میں تواضع ہے اور تواضع میں رفعت ہے۔ ''من تواضع لِلّٰہ رفعه اللّٰه''...... اور تواضع کی تین شاخیں ہیں

(۱) عبادت (۲) اطاعت (۳) خدمت۔ انا عند المنکسرۃ القلوب

اسی واسطے حضرت لاہوری رحمہ اللہ قرآن پاک کا خلاصہ اس طرح ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ کو عبادت کر کے، رسولؐ کو اطاعت کر کے اور بندوں کی خدمت کر کے راضی کرو!!

انسان کی تین حالتیں ہیں، ایک عدمی ''لم یکن شیئًا مذ کورًا ''...... دوسری حیات دنیوی عملی...... تیسری حیات اُخروی جزا سزا پانے کی۔ یعنی اوّل وہ زمانہ جب روح قید جسمانی سے آزاد اور عالم قدس میں شاد تھی، دوم حیات مجازی جس میں ہزاروں بلائیں اور آفتیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں،

سوم اس حیات سے چھٹکارا پا کر عالم قدس میں جزا سزا پانے کا زمانہ اسی واسطے بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کے یہ تینوں نام رکھے گئے تا کہ انسان اسے اپنی تینوں حالتوں کو مدنظر رکھے اور اپنا تعلق ذاتِ باری سے جوڑے اور ہر اچھے کام کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کی ترغیب حدیث پاک میں دی گئی ہے:

''کل امرٍ ذی بالٍ لم یبدأ ببسم اللّٰہ فھو ابتر و فی الحدیث اذا قال العبد بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یذوب الشیطان کما یذوب الرصاص فی النار۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''طوبیٰ لمن قال بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کیف ینغَمِسُ غدًا فی جنت النعیم''

''مبارک اُس شخص کے لئے جو بسم اللہ پڑھے وہ کل کیسے مزے سے نعمتوں بھری جنت میں غوطے لگائے گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لو لا التسمیۃ لھلک البریۃ''

یعنی اگر بسم اللہ نہ ہوتی تو دنیا ہلاک ہو جاتی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''من قال بسم اللّٰہ فی عُمرہٖ مرّۃً لم یبق من معاصیہ ذرّۃٌ''

''جو زندگی میں ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھ لے اس کے گناہوں سے ذرہ بھی باقی نہیں رہے گا''۔

اشعار ملاحظہ فرمائیں:

کھوں کیونکر نہ میں ھر وقت بسم اللہ بسم اللہ
کہ ھر مشکل میں کھتے تھے رسول اللہ بسم اللہ
خطاپوشِ گنھگاراں ھے گمراھوں کی رھبر ھے
خضر بن کر بتادیتی ھے حق کی راہ بسم اللہ
جو ھیں اُنیس حرف اس میں بچائیں گے جھنم سے
پناہِ اُمتِ عاصی ھوئی واللہ بسم اللہ
زھے رفعت زھے شوکت زھے عزت زھے حشمت
زھے عظمت ھوئی تاجِ کلام اللہ بسم اللہ

عقد الجواہرات من خلاصۃ الصور والآیات

درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

اوصاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

كَانَ عَلى ابن ابى طالب اِذَا نَعَتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَغَّطِ وَلَا الْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِكَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ كَانَ جَعْدًا رَجُلًا وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمَكَلْثَمِ كَانَ فِىْ الْوَجْهِ تَدْوِيْرٌ اَبْيَضُ مَشْرِبًا اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِيْلُ الْمَشَاشِ وَالْكَتَدِ اَجْرَدَ ذُوْ مَسْرَبَةٍ شَثْنِ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَا مَشٰى يَتَقَلَّعَ كَاَنَّمَا يَمْشِىْ فِىْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ كَفًّا وَاَجْرَئُ النَّاسِ صَدْرًا وَاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَاَوْفَى النَّاسِ ذِمَّةً وَاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَاَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً مَنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔ (مشکوٰۃ ۵۱۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ لمبے اور زیادہ چھوٹے نہیں تھے آپ میانہ قد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال زیادہ کنڈلے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ کنڈلے اور سیدھے کے درمیان ہلکے کنڈلے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جسیم یا لاغر اور بالکل گول چہرہ نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں قدرتی سُرمگیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پلکیں لمبی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہڈیوں کے جوڑ مضبوط اور دونوں کندھوں کا فاصلہ زیادہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر بال کم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیاں اور قدم پُر گوشت تھے چلتے وقت پاؤں اٹھا اٹھا کر رکھتے تھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ٹیلے سے نیچے اتر رہے ہوں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو مڑ کر دیکھتے تو پورے مڑتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ختم کرنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ دلیر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے کلام میں سچے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے ذمہ داری کو زیادہ پورا کرنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ نرم طبیعت تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے حسن معاشرت میں معزز تھے۔

جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتداءً دیکھتا مرعوب ہوجاتا، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھل مل جاتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کرنے والا کہتا کہ میں نے نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دیکھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دیکھا۔ (مشکوٰۃ ۵۱۷)

كَانَ اَفْلَجُ الثَّنْتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُأَى كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ بَيْنَ ثَنَايَاهُ وَكَانَ لَا يَضْحَكُ اِلَّا تَبَسُّمًا اِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهٗ۔

(مشکوٰۃ ۵۱۸)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے دو دانتوں میں قدرے کشادگی تھی بات کرتے وقت ان میں نور محسوس ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے تھے اور اونچی آواز میں نہیں ہنستے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوش ہوتے چہرہ پرنور چمکتا تھا۔

جیسا کہ حضرت حسان نے کہا:

وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا جمیل میری آنکھ نے کبھی دیکھا نہ آپ جیسا حسین کسی ماں نے جنا۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چاہت کے مطابق پیدا کیے گئے“۔

(سیرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 36)

☆☆☆☆

حمد باری تعالیٰ

کلام: مزمل عباس شجر

تو ہے شانِ جہاں خالقِ بحر و بر
ہے یہ سارا جہاں تیرا اعلیٰ ہنر

تیری قدرت کے ہیں معجزے سب طرف
سب ہے کاری گری تیری دیکھوں جدھر

تُو احد تُو صمد لا جسد یا غنی
اپنی ہی مثل تُو تجھ سا کوئی کدھر

رازقِ عالمیں نورِ کون و مکاں
سب سے اول تُو ہی ربِ شام و سحر

ہو ازل یا ابد کوئی بھی دور ہو
بخشتا تُو ہی ہے ہر عمل کو ثمر

سب جہاں تیری ہی شان کا آئنہ
تیرا جلوہ ملے ہر جگہ ہر نگر

تیرے ہونے کی برھانِ محکم سبھی
یہ زمیں وہ فلک یہ شجر یہ حجر

نعتیہ کلام

کلام: حافظ جمال الرحمن رضویؒ

آنکھوں کا تارہ نام محمد ﷺ دل کا اجالا نام محمد ﷺ
صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

پوچھے گا اللہ لایا ہے کیا کیا پوچھے گا مولا ہے کیا کیا
میں یہ کہوں گا نام محمد ﷺ دل کا اجالا نام محمد ﷺ
صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

دونوں جہاں کی دولت جو چاہو دونوں جہاں کی دولت جو چاہو
چاہو کرلو وظیفہ نام محمد ﷺ دل کا اجالا نام محمد ﷺ
صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ اکبر رب العلیٰ نے اللہ اکبر رب العلیٰ نے
ہر شئے پہ لکھا نام محمد ﷺ دل کا اجالا نام محمد ﷺ
صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

روز قیامت میزان و پل پر روز قیامت میزان و پل پر
دے گا سہارا نام محمد ﷺ دل کا اجالا نام محمد ﷺ
صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

پیارے صحابہ پہ قربان جاؤں پیارے صحابہ پہ قربان جاؤں
ان سے ہے سیکھا نام محمد ﷺ دل کا اجالا نام محمد ﷺ
صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

حسد کا انجام

محمد داؤد الرحمن علی

گزشتہ زمانے میں ایک بادشاہ تھا، بادشاہ کی دربار میں ایک شخص عموماً آتا تھا، جب کبھی وہ بادشاہ کے پاس آتا، تو بادشاہ کے قریب ہی آکر بیٹھ جاتا اور بادشاہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اے بادشاہ! اچھے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو کیوں کہ برے لوگوں کے لیے اس کی برائی ہی کافی ہے، بادشاہ کے دربار میں ایک درباری تھا، جب اسس نے محسوس کیا کہ یہ شخص بادشاہ کو نصیحت کرتا ہے اور بادشاہ بھی اس کی نصیحت غور سے سنتے ہیں اور اس کی خوب عزت کرتے ہیں، اس طرح تو بادشاہ کی نگاہ میں اس کا مرتبہ مجھ سے بڑھ جائے گا، اور میرا مرتبہ کہیں کم نہ ہو جائے اس لیے درباری کو اس شخص سے حسد ہونے لگا، حسد کی آگ میں جلتے ہوئے درباری نے اس نصیحت کرنے والے شخص کے خلاف ایک چال چلی، درباری بادشاہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جو شخص آپ کے پاس آتا ہے اور آپ کو نصیحت کرتا رہتا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بارے میں اس کا کیا خیال ہے۔؟

بادشاہ نے کہا: نہیں مجھے تو نہیں معلوم، کیا کہتا ہے وہ میرے بارے میں؟

درباری نے کہا: بادشاہ سلامت! وہ تو یہ سمجھتا ہے کہ آپ کے منہ سے بدبو آتی ہے، بادشاہ نے کہا: ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔؟

درباری نے کہا: آپ اس شخص کو بلایئے پھر دیکھیے، جب وہ آپ کے قریب آئے گا، تو وہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے گا؛ تاکہ اسے بدبو نہ آئے، بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے ہم آزماتے ہیں، اور حکم دیا کہ اس شخص کو درباری میں حاضری کا پروانہ جاری کرو، درباری سب سے پہلے بھاگتا ہوا نصیحت کرنے والے شخص کے پاس پہنچا اور اس سے کہا: آج آپ کو میری طرف سے کھانے کی دعوت ہے، اس شخص کو ساتھ لے کر اپنے گھر آیا اور اس شخص کو ایسا کھانا کھلایا جس میں پیاز اور لہسن ملی ہوئی تھی، اس کے بعد درباری اس شخص کو بادشاہ کے پاس لے گیا اور یہ شخص اپنی عادت کے مطابق بادشاہ کے پاس بیٹھ گیا اور نصیحت کرنے لگا، بادشاہ نے کہا: ذرا قریب آیئے، تو اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا؛ تاکہ بادشاہ کو اس کے منھ سے پیاز اور لہسن کی بدبو کا احساس نہ ہو، یہ دیکھ کر بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ درباری ٹھیک کہہ رہا تھا، واقعی یہ شخص یہی سمجھتا ہے کہ میرے منہ سے بدبو آتی ہے۔

بادشاہ کو بڑا غصہ آیا اور اس نے اس شخص کو سزا دینے کا ارادہ کرلیا۔ بادشاہ کی عادت تھی کہ انعام کے لیے شاہی حکم لکھ کر دیتا اور سزا کے لیے زبانی حکم کرتا تھا؛ لیکن معاملہ کو راز میں رکھنے کے لیے اس نے سزا کے لیے اپنے متعلقہ عہدیدار کو خط لکھا۔

جس میں بادشاہ نے لکھا تھا" جو شخص تمہارے پاس یہ خط لے کر آئے، اس کو قتل کر کے اس کی کھال میں بھوسا بھر کر میرے پاس بھیج دو" اور پھر وہ خط اس شخص کو دے دیا اور کہا: فلاں کو جا کر دے دو، راستے میں اس کی ملاقات اس حاسد سے ہوگئی جس نے بادشاہ کے سامنے چال چلی تھی، تو اس نے پوچھا: یہ کیسا خط ہے؟ بادشاہ نے تو یہ انعام میرے لیے لکھ کر دیا ہے؛ اس لیے یہ مجھے دے دو۔ چنانچہ اس نے وہ خط اس کو دے دیا۔ پھر کیا تھا! اس نے خوشی خوشی اسے لیا اور بادشاہ کے متعلقہ عہدیدار کے پاس پہنچ گیا۔ عہدیدار نے کہا کہ میں اب تمہیں قتل کروں گا؛ کیوں کہ اس میں لکھا ہے کہ میں تجھے قتل کردوں اور تیرے کھال میں بھوسا بھر کر بادشاہ کے پاس بھیج دوں۔ پھر تو وہ چیخنے، چلانے اور رونے دھونے لگا اور کہنے لگا: یہ خط بادشاہ نے میرے لیے نہیں لکھا ہے، اگر آپ چاہیں، تو معلوم کرلیں، اس نے کہا: بادشاہ کے خط آجانے کے بعد تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آخر کار بادشاہ کے حکم کے مطابق اس کو قتل کردیا۔

* اگلے دن جب وہ نصیحت کرنے والا شخص بادشاہ کے پاس آیا، تو بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی، بادشاہ نے پوچھا: آپ یہاں؟ وہ خط کہاں ہے؟ تب اس شخص نے بادشاہ کو ساری کہانی بتلائی کہ ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی، اس نے مجھ سے وہ خط مانگ لیا کہ دے دو، میں پہنچادوں گا؛ چنانچہ میں نے وہ خط اسی کو دے دیا۔ پھر بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ وہ تیرے بارے میں کہتا تھا کہ تو یہ کہتا ہے کہ بادشاہ کے منھ سے بدبو آتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، کس نے کہہ دیا ہے؟ بادشاہ نے کہا: جب میں نے اس دن تجھے قریب آنے کے لیے کہا تھا، تو تم نے منھ پر ہاتھ کیوں رکھ لیا تھا؟ تو اس نے دعوت اور لہسن و پیاز کھانے والی بات بتادی۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ یہ سچا آدمی ہے، وہی اس کا حاسد تھا اور اپنے انجام کو پہنچ گیا؛ اس لیے یہ صحیح کہا کرتا تھا کہ" برے کے لیے اس کی برائی کافی ہے"۔

[احیاء علوم الدین لمحمد الغزالی: ۳/ ۱۸۸]



ڈاکٹرز اور انجینئرز کے مقابلے میں علمائے کرام نے انسانیت کی زیادہ خدمت کیسے کی ہے؟؟؟

دکتور الشیخ صالح بن عبداللہ العصیمی

شرعی اور عرفی طور پر معزز و مکرم اور قابل مدح و تحسین علم، شرعی و دینی علم ہے کیونکہ اس علم کی اساس و بنیاد "وحی الہی" اور اس کا منبع و ماخذ علم نبوت" ہے۔ دورِ حاضر میں عوام الناس کے ہاں ایک سنگین غلطی رواج پا چکی ہے کہ وہ بات بات میں دینی علماء کرام کا مقابلہ ڈاکٹرز، انجینئرز، سائنسدانوں، ریاضی دانوں اور ماہرین فلکیات وغیرہ کے ساتھ کرتے ہیں کہ انسانیت کی خدمت کے میدان میں ان سائنسدانوں اور انجینئروں کے مقابلے میں علماء کرام نے کیا پیش کیا ہے اور علماء کرام نے انسانیت کی کیا خدمت کی ہے؟! اس کا جواب یہ ہے کہ علمائے دین کی یہ خدمت کیا کم ہے کہ انھوں نے "دین اسلام اور وراثت نبوی" کی حفاظت (اور اس بھاری امانت کو لوگوں تک پہنچانے) کا فریضہ انجام دیا ہے جس سے انسان کی دنیوی و اخروی فوز و فلاح وابستہ ہے؟! تاریخ عالم گواہ ہے کہ اللہ نے اپنے کسی نبی کو طبیب، انجینئر، سائنسدان، فلسفی یا ماہر فلکیات بنا کر نہیں بھیجا بلکہ انھیں دینی و شرعی علم دے کر مبعوث فرمایا ہے (تا کہ انسان اپنے خالق و مالک کی عبادت اس طریقے کے مطابق کر سکے جو طریقہ اللہ تعالی کو پسند ہے۔) اگر بالفرض یہ علوم وفنون، دینی و شرعی علم سے افضل و اعلی ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنے مقدس و معصوم انبیاء علیہم السلام کو "وحی الہی" کے بجائے ان علوم وفنون میں ماہر بنا کر بھیجتا مگر اللہ تعالی نے ایسا نہیں کیا، چنانچہ یہ دینی علم کی افضلیت و عظمت کی بین دلیل ہے کہ اس علم کی بدولت لوگوں کے پاس "وحی الہی اور احکام شرعی کا علم" موجود ہے۔ وہ اس علم کے ذریعے سے اپنا تزکیہ نفس کرتے ہیں، گناہوں کی غلاظت کو اطاعت الہی سے دھوتے ہیں اور دنیوی و اخروی سعادت کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ دینی علم کی اس "عظیم منفعت" کے سامنے دنیا کے تمام علوم وفنون ہیچ ہیں اور شرعی علم کی اس افادیت کا مقابلہ دنیا کا کوئی علم نہیں کر سکتا۔ اللہ اکبر کبیرا

☆☆☆☆

شاعری سے متعلق چند باتیں

محترم سمیع اللہ حضروی صاحب

عربی زبان کا مقولہ ہے:

الشعر، بعد العلوم

یعنی علوم حاصل کرنے کے بعد شعر کہا جائے۔

شاعری کے لیے جن علوم سے واقفیت ضروری ہے، ان سے متعلق مختصر سی باتیں پیش خدمت ہیں۔

1-علم اللغت =

اس سے مراد یہ کہ آپ جو بھی لفظ اپنی شاعری میں لانا چاہیں اس کا معنیٰ معلوم ہو۔ ایسا نہ ہو کہ لفظ ایسا لایا جائے جسے کئی جگہوں پر پڑھا تو ہو لیکن اس کے معانی نہ جانتے ہوں۔ یہ بات پریشانی کا سبب بن سکتی ہے۔ اس کے لیے معیاری لغت کا تسلسل سے مطالعہ کیا جائے۔ اس سے آپ کا ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

2-علمِ معانی، علمِ بیان اور علمِ بدیع =

یہ تینوں علوم فصاحت اور بلاغت سے تعلق رکھتے ہیں۔

الفاظ کے درست اور مناسب مقام پر استعمال کے لیے علمِ معنی کی ضرورت پڑتی ہے۔

کلام کی لفظی اور معنوی خوبیوں کے جاننے کے لیے بیان اور بدیع کی ضرورت پڑتی ہے۔

ان کی واقفیت سے آپ ایک بات کئی طریقوں سے کہ سکتے ہیں۔ مثال دیکھیں =

صبح سورج طلوع ہوا تو ہر طرف روشنی پھیل گئی۔

اب اسے مختلف الفاظ میں بیان کرتے ہیں لیکن مطلب ایک ہی ہے۔

الف- صبح گجر دم جب فلک پیرانہ سال نے مشرق سے آنکھ کھولی تو جہانِ آب و گل روشنی میں ڈوب گیا۔

ب- خاورِ مشرق نے جوں ہی اپنا ضیاء بار چہرہ مشرقی سمت سے ظاہر کیا تو مادرِ گیتی روشن ہو گئی۔

ج - رات کے سائے اپنے رات بھر کے سفر سے تھک کر جوں ہی محوِ آرام ہوئے تو مشرق سے صبح کی نورانی کرنیں ظاہر ہونے لگیں اور چشم فلک کے وا ہونے عالمِ رنگ و بو نے نورانی لبادہ زیبِ تن کرلیا۔

آپ نے دیکھ لیا کہ صرف ایک معمولی سی بات کس طرح تین مختلف انداز اور الفاظ میں بیان کی گئی۔ اور معنوی لحاظ سے بھی ایک ہے۔ ان ہی علوم کی وساطت سے تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل، کنایہ اور مختلف صنائع بدائع وغیرہ سے متعلق واقفیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

3- خطابت =

شاعر بعض اوقات اپنے کلام میں محبوب یا خود سے یا پھر دوسروں سے خطاب کرتا ہے تو اگر اندازِ خطابت جتنا اعلیٰ ہوگا پڑھنے والا اتنا ہی متاثر ہوگا۔

4- تنقید =

اصل لفظ نقد اور انتقاد ہے لیکن اردو میں یہ تنقید کے لفظ سے مشہور ہوگیا۔ اب اسے ہی درست خیال کیا جاتا ہے۔

شاعر جب کوئی نظم یا غزل وغیرہ کہتا ہے تو بعد میں اس پر غور کرتا ہے اور اسے بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ بعض اوقات دوسروں کے کلام پر بھی غور و فکر کرتا ہے جس سے کلام کی خوبیاں اور خامیاں سامنے آجاتی ہیں۔ غور و فکر کے اس عمل کو تنقید یا انتقاد کہا جاتا ہے۔

5- آہنگ یا موسیقی =

اس سے مراد یہ نہیں کہ شاعر دیگر علوم کی طرح پہلے موسیقی کی تعلیم حاصل کرے۔ اس سے مراد یہ کہ شاعر جو نظم یا غزل وغیرہ تخلیق کرے اس میں گنگناہٹ یا آہنگ موجود ہو۔ بعض شعراء کو اپنا کلام گنگنا کر سنانے کی عادت ہوتی ہے۔ بس یہی گنگناہٹ یا آہنگ موسیقی کے زمرے میں آتی ہے۔ شاعر کے لیے ضروری ہے کہ کوئی نعت یا غزل اگر کسی سُر میں سنے اور اسے اسی سُر میں ادا کرسکے اور اسی بنیاد پر وہ اپنا کلام بھی پیش کرسکے اس طرح شاعر خود بہ خود اپنے کلام کی خامیاں اور اچھائیاں جان سکے گا۔

6- عروض =

یہ وہ علم ہے جس کی بنیاد پر اشعار کے باوزن یا بے وزن ہونے کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔ یہ مختلف بحور، مزاحف اور ان کے اوزان اور ان کی کمی بیشی سے متعلق ہے۔ شاعر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس علم سے واقف ہو۔

7- قوافی =

شعر کے قافیہ جاننے کے لیے علم القوافی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس علم میں قافیہ، عیوبِ قافیہ وغیرہ جیسے امور پر بحث کی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ علم خشک، مشکل اور صبر آزما ہونے کے ساتھ ساتھ دل چسپ بھی ہے۔

قرآن کی روشنی میں 9 پسندیدہ افراد

جناب عبدالمطلب اکاخیل صاحب

اسلام خیر و بھلائی کا دین ہے، اسلام تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے اور خیر خواہی اور نفع رسانی کی تلقین کرتا ہے۔ دین اسلام اعمال صالحہ کا حکم دیتا ہے، برے اور گندے اعمال سے منع کرتا ہے۔ اسلام مسلمانوں کو نیکی اور حسن اخلاق کی تلقین کرتا ہے اور مسلمانوں کو سب کے ساتھ نیکی اور حسن اخلاق کا حکم دیتا ہے، اچھی گفتگو، اچھے اعمال، حسن اخلاق، اچھا کردار، اچھی سوچ اسلام کی بنیادی تعلیمات ہیں بلکہ اعمال صالحہ کو ایمان کا حصہ بتاتا ہے۔

(1) نیک اعمال پر زندگی گزارنے والا

ان اللہ یحب المحسنین (سورہ بقرہ آیت نمبر 295)

بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

کامیابی اور حصول جنت کیلئے اعمال صالحہ کو فرض قرار دیتا ہے، بلکہ انبیاء ورسل کو بھی اعمال صالحہ کا حکم دیا گیا ہے، انبیاء کرام کو عمل صالح کا حکم دینا اس کی اہمیت، عظمت اور ضرورت پر سب سے بڑی دلیل ہے، اور انہی کے واسطے سے تمام انسانوں کو بھی اس کی تلقین ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

{يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ}

”اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں“[المؤمنون:۵۱]

(2) توبہ کرنے والا

ان اللہ یحب التوابین (سورہ بقرہ آیت نمبر 222)

بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

توبہ سے اللہ تعالیٰ فلاح اور کامیابی کے راستے کھول دیتا ہے، اللہ اپنی طرف رجوع کرنے والوں کو خیر کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔{وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ}''اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے''[الشوریٰ:۱۳]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ، صُقِلَ قَلْبُهُ، فَإِنْ زَادَ زَادَتْ''

''جب مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ (داغ) لگ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کرے، باز آجائے اور مغفرت طلب کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے، اور اگر وہ (گناہ میں) بڑھتا چلا جائے تو پھر وہ دھبہ بھی بڑھتا جاتا ہے''

[سنن ابن ماجہ: ۴۲۴۴، حسن]

(3) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والا

قل انکنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله (سورہ آل عمران آیت نمبر 31)

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا۔ اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

جن کے پاس ایمان تو ہے لیکن اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں، بلکہ ان کے عمل کی بنیاد بدعتوں پر ہے کہ جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ ایمان کے ساتھ عمل اسی وقت مقبول ہوسکتا ہے جب اس میں اخلاص ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بھی شامل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا صاف ستھرا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کی اتباع کی جائے، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اتباع رسول کی ایسی مثالیں پیش کیں کہ آج تک دنیا اس کی نظیر پیش نہیں کرسکی۔ ذرا دیکھیے تو سہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت سے محبت اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ تھی، بلکہ دنیا کی کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جس کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے موازنہ کیا جائے، بلکہ ہمیں خود بھی اپنی ذات سے اتنی محبت نہیں جتنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھی، رب العالمین اس بات کی گواہی دیتا ہے۔ فرمایا:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ

''پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں''[الاحزاب:٦]

(4) گناہوں سے بچنے والا

ان الله یحب المتقین

بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔ (پارہ 10 سورہ توبہ آیت نمبر 08)

ایک انسان نیک عمل بھی کرے، بھاگ دوڑ کرے، پیسے لگائے، وقت کی قربانی دے، اپنا تن من دھن سب لگا کر اس گمان بلکہ یقین میں رہے کہ میری ان کوششوں کا مجھے بہترین بدلہ قیامت کے دن ضرور ملے گا، لیکن میدان محشر میں اس کی تمام تر کوششوں کو بیکار کہہ دیا جائے تو اس کی حالت کیا ہوگی؟ لہذا ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہیں کہ کہیں ہماری زندگی میں شرک و کفر، ریا کاری اور بدعت والے اعمال تو شامل نہیں ہیں اور اپنے آپ کو ان چیزوں سے دور رکھ کر خالص کتاب وسنت کو اپنا کر گناہوں سے بچتے ہوئے نیکیوں کے کام کرتے رہنا چاہیے اور گناہوں سے سچی توبہ کرنی چاہیے تاکہ آخرت میں ہمیں پچھتاوا کے بجائے ہماری کوششوں کا بہترین بدلہ ہمیں مل جائے۔

(5) صبر کرنے والا

واللہ یحب الصبرین

اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (پارہ نمبر 04 سورہ آل عمران آیت نمبر 146)

صبر واستقامت فی الدین یہ ہے کہ اللہ کے تمام احکام واوامر پر سیدھے جمے وڈٹے رہیں، اس سے ادھر ادھر راہِ فرار نہ اختیار کیا جائے بلکہ اس راہ میں جو مصائب ومشکلات ومسائل پیش آئیں۔ مخالفتیں ہوں ستایا جائے اُس پر صبر کرلیا جائے اور حق سے منہ موڑنے کے بجائے اسی راستے پر ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھا جائے، علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے استقامت کی تعریف یوں بیان کیا ہیں:

”الإستقامة كلمة جامعة آخذة بمجامع الدين، وهي القيام بين يدي الله علٰي حقيقة الصدق والوفاء“

”لفظ استقامت ایک جامع کلمہ ہے جو دین کے تمام گوشے کو شامل ہے، یعنی صدق ووفا کے ساتھ اور صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکمل طور پر شریعت اسلامیہ پر عمل کیا جائے“

[تہذیب مدارج السالکین: ۵۲۹]

(6) اللہ پر بھروسہ کرنے والا

ان اللہ یحب المتوکلین

بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (سورہ آل عمران آیت نمبر 159)

اللہ تعالیٰ پر توکل یعنی بھروسہ کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے۔ قرآن وحدیث میں توکل علیٰ اللہ کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔

صرف قرآن کریم میں سات مرتبہ ''وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ'' فرما کر مؤمنوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تاکید کی گئی ہے، یعنی حکم خداوندی ہے کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو صرف اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''قال رجل: يارسول اللّٰه! أعقلها وأتوكل؟ أو أطلقها وأتوكل؟ قال: اعقلها وتوكل۔''

(سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ج: ۴، ص: ۶۷۰، طبع: داراحیاء التراث العربی، بیروت)

''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا بغیر باندھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: باندھو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔''

(7) انصاف کرنے والا

ان الله يحب المقسطين

بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (پارہ نمبر 06 سورہ مائدہ آیت نمبر 42)

عدل قرآن کریم کی اصطلاح ہے ''ان اللہ ٰیأمر بالعدل والاحسان'' (سورۃ النحل ۹۰) کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتے ہیں۔ حقوق کا دائرہ جتنا وسیع ہے عدل و انصاف کا دائرہ بھی اتنا ہی وسیع ہے۔ اپنے ساتھ، اہل خانہ کے ساتھ، بھی انصاف کا حکم دیا گیا۔ نبی کریمؐ نے ایک بات فرمائی جو کہ کسی بھی معاشرے میں انصاف کی بنیاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب کسی قوم میں یہ بات آجائے کہ عام آدمی جرم کرے تو سزا مختلف ہو اور کوئی بڑا آدمی جرم کرے تو سزا مختلف ہو، پھر اس قوم کو تباہی سے کوئی نہیں روک سکتا۔ ایسی قوم کی تباہی کا آغاز ہی یہیں سے ہوتا ہے کہ قانون کی نظر میں اونچ نیچ آجائے۔ جناب نبی کریمؐ نے عدل کا تقاضے پورے فرمائے کر یہ تصور دیا ہے کہ قانون کی نظر میں انصاف سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ حق کے تعین میں کسی کے ساتھ زیادتی مت کرو۔ قرآن وحدیث میں عدل کے سینکڑوں پہلو بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دیں، آمین یارب العالمین۔

(8) صاف ستھرا رہنے والا

والله يحب المتطهرين

اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (پارہ نمبر 11 سورہ توبہ آیت نمبر 108)

اسلام نے ایک طرف انسان کو روحانی پاکیزگی عطا کی، ان کے اخلاق کو سنوارا اور تہذیب سے آشنا کیا، وہیں اس نے معاشرے کو حفظانِ صحت کے اصول سکھائے اور انسانوں کو رہن سہن، اٹھنے بیٹھنے اور طہارت و نظافت کا سلیقہ بھی سکھایا۔ فطری طور پر انسان صفائی ستھرائی، طہارت و پاکیزگی اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور اسلام ایک دینِ فطرت ہے جس نے انسانی فطرت کا کافی لحاظ کیا ہے؛ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صاف ستھرا رہنے والے افراد سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ [البقرہ:۲۲۲]

"بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

اسلام نے صفائی ستھرائی کو یہیں تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اسے عقیدہ اور ایمان کے بندھن سے جوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الإِيمانُ بِضْعٌ وسَبْعُونَ، أوْ بِضْعٌ وسِتُّونَ شُعْبَةً، فأفْضَلُها قَوْلُ لا إلَهَ إلّا اللَّهُ، وأَدْناها إماطَةُ الأذى عَنِ الطَّرِيقِ، والْحَياءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإيمانِ. [صحيح مسلم:۳۵]**

"ایمان کی ستّر سے زائد شاخیں ہیں، یا فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، جن میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کمتر راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے:

الطُّهُورُ شَطْرُ الإيمانِ. [صحيح مسلم:۲۲۳]

"طہارت آدھا ایمان ہے"

(9) اللہ کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر جہاد کرنے والا

ان الله يحب الذين يقاتلون فی سبيله صفا كانهم بنيان مرصوص

بیشک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔

(پارہ 28 سورہ صف آیت نمبر 04)

جب کوئی جماعت سرکشی پر اتر آتی ہے، تو وہ کوئی ایک فتنہ نہیں ہوتا، جو وہ برپا کرتی ہو؛ بلکہ ان میں طرح طرح کے شیطان صفت انسان بھی شامل ہوتے ہیں اور ہزاروں طرح کے فتنے ان کی بدولت وجود پذیر ہوتے ہیں، ان شیطانوں میں سے تو بعض طمع وحرص کے پجاری ہوتے ہیں جو غریب قوموں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور ان کے خون پسینہ سے کمائے ہوئے روپیوں پیسوں کو اپنی عیارانہ چالوں سے لوٹتے ہیں اور پھر اپنی تجوریاں بھرتے ہیں، عدل وانصاف کو مٹا کر جور و جفا کے علَم کو بلند کرتے ہیں، ان کے ناپاک اثر سے قوموں کے اخلاق تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، تو ایسی حالت میں جنگ جائز ہی نہیں؛

بلکہ فرض ہوجاتی ہے،اس وقت انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہی ہوتی ہے کہ ان ظالم بھیڑیوں کے خون سے صفحۂ ہستی کے سینے کو سرخ کر دیا جائے اوران مفسدوں کے شر سے اللہ کے مظلوم و بے کس بندوں کو نجات دلائی جائے، جو شیطان کی امت بن کر اولادِ آدم پر اخلاقی، روحانی اور مادی تباہی کی مصیبتیں نازل کرتے ہیں، وہ لوگ انسان نہیں؛ بلکہ انسانوں کی شکل وصورت میں درندے اورانسانیت کے حقیقی دشمن ہوتے ہیں،جن کے ساتھ اصلی ہمدردی یہی ہے کہ ان کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جائے، ایسے وقت میں ہر سچے،بہی خواہ انسانیت کا اولین فرض ہوجاتا ہے کہ ایسے لوگوں کے خلاف تلوار اٹھائے اوراس وقت تک آرام نہ کرے، جب تک کہ خدا کی مخلوق کو اس کے کھوئے ہوئے حقوق واپس نہ مل جائیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا۔فساد و بدامنی ظلم و جبر کی جنگ ہے،جس کو دفع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو تلوار اٹھانے کا حکم دیا ہے؛ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ (الحج: ۴۰-۳۹)

”جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے، انھیں لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے؛ کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے اوراللہ ان کی مدد پر یقینا قدرت رکھتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے گھروں سے بے قصور نکالے گئے، ان کا قصور صرف یہ تھا کہ یہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتے تھے“اس کے اندر جن لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے، ان کا جرم یہ نہیں بیان کیا جارہا ہے کہ وہ ایک دوسرے مذہب کے پیروکار ہیں؛ بلکہ ان کا جرم واضح انداز میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ وہ ظلم کرتے ہیں،لوگوں کو بے قصوران کے گھروں سے نکالتے ہیں، ایسے لوگوں کے خلاف صرف مدافعتی جنگ کا حکم نہیں دیا گیا؛ بلکہ دوسرے مظلوموں کی اعانت کا بھی حکم دیا گیا اور تاکید کی گئی کہ کمزور و بے بس لوگو کو ظالموں کے پنجوں سے چھڑاؤ۔

اوراللہ کا یہ حکم یادرکھنا چاہیے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

”اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اورایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لیے تیار رہو اوراللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم مراد کو پہنچو“

[آل عمران: ۲۰۰]

اللہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

مولانا حافظ احمد قاسمی صاحبؒ

مدیر التحریر کے قلم سے

حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ قصبہ نانوتہ میں ۱۲۷۹ھ میں پیدا ئے۔آپؒ حجتہ السلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے فرزند ارجمند تھے۔آپؒ نے نوسال کی عمر میں حافظ نور محمدؒ کے پاس قصبہ رام پور میں قرآن مجید حفظ کیا۔حفظ قرآن مجید کے بعد آپؒ کو مزید تعلیم کے لیے بلندشہر میں قائم کیا گیا حجتہ السلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے مدرسہ میں داخل کرا گیا۔مزید تعلیم کے لیے آپؒ کو حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ کے پاس مدرسہ قاسم العلوم مراد آباد بھیجا گیا یہ مدرسہ بھی حضرت نانوتویؒ نے ہی قائم فرمایا تھا اور مولانا احمد حسن امروہیؒ اس مدرسہ کے صدر مدرس تھے۔آپؒ نے مختلف علوم وفنون کی تعلیم مولانا احمد حسن امروہیؒ سے حاصل کی۔اس دوران حضرت نانوتویؒ کو اپنے صاحبزادے کو خود تعلیم دینے کا خیال آیا تو آپؒ کو مراد آباد سے دیوبند بلوالیا۔حضرت نانوتویؒ کا حج کے سفر کا وقت قریب آچکا تھا اور سفر حج کی تیاریاں جاری تھیں لیکن حضرت نانوتویؒ کی صاحبزادہ کو تعلیم دینے کی خواہش ادھوری رہ گئی اور اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ نے باقی تعلیم دیوبند میں رہ کر شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے حاصل کی اور دورہ حدیث کے لیے گنگوہ تشریف لے جا کر قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حلقہ درس میں بیٹھ کر مکمل کیا اور یہیں سے سند فراغت حاصل کی۔

سند فراغت کے بعد حضرت مولانا حافظ احمد قاسمیؒ تھانہ بھون عربی مدرسہ تشریف لے گئے کچھ عرصہ وہاں پڑھاتے رہے۔آپؒ مہتمم جامعہ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا شاہ رفیع الدینؒ کے زمانے میں ۱۳۰۳ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور یہیں مدرس مقرر کردیے گئے۔حضرت مولانا شاہ رفیع الدینؒ کی ہجرت مکہ مکرمہ کے بعد سرپرست جامعہ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ کو دارالعلوم دیوبند کا مہتمم مقرر فرمادیا۔آپؒ نے دارالعلوم دیوبند کا انتظام پوری وجاہت جرات واستقلال کے ساتھ چلایا جس کے نمایاں اثرات تاریخ دارالعلوم دیوبند میں محفوظ ہیں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت مولانا احمد قاسمیؒ کا چالیس سالہ دور ہی دارالعلوم دیوبند کا ترقیاتی دور ہے۔

حضرت مولانا حافظ احمد قاسمیؒ کے اوصاف بہت بلند تھے۔آپؒ کی طبیعت میں وقار اور متانت تھی۔صاف گویائی،ظاہر و باطن کی یکسائی معروف وممتاز تھی،ہر ایک سے صاف اور بے جھجک بات فرمایا کرتے تھے۔جہاں شیخ الہندؒ کا نیاز مندانہ رنگ طبیعت میں تھا وہیں حضرت گنگوہیؒ کی سرپرستی وروحانی اعانت حاصل تھی۔آپؒ کے ہی دور میں دارالعلوم دیوبند کی عمارت کو وسعت دی گئی،شعبہ جات کو بڑھایا گیا،داراالعلوم کے اجتماعات مقرر کیے گئے یعنی مولانا حافظ احمد قاسمیؒ کے دور میں دارالعلوم دیوبند ہر شعبہ میں ترقی کرتا چلا گیا۔جب کام کا بوجھ بڑھا تو آپؒ کو اپنی نیابت کے لیے آپؒ کی انتخاب نگاہ حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ پڑی جو ایک عالم ربانی،محدث،ادیب اور صاحب فراست انسان تھے اوران کے تدبر نے سونے پر سہاگہ کا کیام کیا۔

پشت پناہی وہمت باطنی شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن دیوبندیؒ کی تھی،جرات وجاہت وقوت حضرت مولانا حافظ احمد قاسمیؒ کی تھی،تدبر وسیاست حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کی تھی۔ان تینوں حضرات کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے زمین سے آسمان پر ایک تارے کی مانند بن کرا بھر چکا تھا۔

حضرت مولانا حافظ احمد قاسمیؒ کی سخاوت اور فراخدلی مثالی تھی،مہمان نوازی میں شغف تھا،روز چند مہمان دسترخوان پر موجود ہوتے تھے،جس دن کوئی مہمان نہ ہوتا تو بوقت چھٹی دارالعلوم کے دروازے پر تشریف لاتے اساتذہ میں سے جو وہاں سے گزرتا انہیں اپنے ساتھ گھر لاتے اور کھانے میں شریک فرماتے تھے۔حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ جیسے شیوخ کی دس سال تک تربیت کی اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔حضرت مولانا احمد قاسمیؒ اخلاص واعتماد علی اللہ میں راسخ القدم تھے اور بہت سی دوسری ممتاز اخلاقی قوتیں آپ کی شیوہ بن گئی تھیں۔

مشہور زمانہ علماء میں آپ کے دو بیٹے حضرت مولانا قاری محمد طاہر قاسمیؒ،اور حکیم السلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مشہور ہوئے۔حکیم السلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اپنے والد ماجد حضرت مولانا حافظ احمد قاسمیؒ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے اور بعدازاں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بھی مقرر ہوئے۔

حضرت مولانا حافظ احمد قاسمیؒ تمام عمر درس و تدریس،تبلیغ و ارشاد،اور دارالعلوم دیوبند کی ترقی کے لیے کام کرتے رہے اور بالآخر دارالعلوم دیوبند کا یہ ستارہ ۳جمادی الاوّل ۱۳۴۷ھ کو دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے ہی سلسلہ میں دارالعلوم پر ہی نثار ہوگئے اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرکے ہمیشہ کے لیے غروب ہوگئے۔

دعا ہے اللہ پاک ہمیں ان کے نقش دم پر چلتے ہوئے دین اسلام کی اشاعت کی توفق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

یہ دوستوں کی لڑائی ہے

محمد حفص فاروقی

بغداد کے بازار میں ایک حلوائی صبح صبح اپنی دکان سجا رہا تھا کہ ایک فقیر آنکلا تو دکاندار نے کہا کہ باباجی آؤ بیٹھو
فقیر بیٹھ گیا تو حلوائی نے گرم گرم دودھ فقیر کو پیش کیا فقیر نے دودھ پی کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس حلوائی کو کہا کہ بھائی تیرا شکریہ اور یہ کہہ کر فقیر چل پڑا۔
بازار میں ایک فاحشہ عورت اپنے دوست کے ساتھ سیڑھیوں پر بیٹھ کر موسم کا لطف لے رہی تھی۔ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی، بازار میں کیچڑ تھا،فقیر اپنی موج میں بازار سے گزر رہا تھا کہ فقیر کے چلنے سے ایک چھینٹا اڑا اور فاحشہ عورت کے لباس پر گر گیا۔جب یہ منظر فاحشہ عورت کے دوست نے دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا۔وہ اٹھا اور فقیر کے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا کہ فقیر بنے پھرتے ہو، چلنے پھرنے کی تمیز نہیں؟
فقیر نے ہنس کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا
مالک تو بھی بڑا بے نیاز ہے،کہیں سے دودھ پلواتا ہے اور کہیں سے تھپڑ مرواتا ہے.. یہ کہہ کر فقیر آگے چل پڑا،
فاحشہ عورت چھت پر چل رہی تھی تو اس کا پاؤں پھسلتا ہے اور زمین پر سر کے بل گر جاتی ہے،اس کو ایسی شدید چوٹ لگتی ہے کہ موقع پر ہی مر جاتی ہے۔
شور مچ گیا کہ فقیر نے آسمان کی طرف منہ کر کے بددعا دی تھی،جس کی وجہ سے یہ قیمتی جان چلی گئی
فقیر ابھی بازار کے دوسرے کونے تک نہیں پہنچ پائے تھے کہ لوگوں نے فقیر کو پکڑ لیا اور کہا کہ بڑے فقیر بنے پھرتے ہو،حوصلہ بھی نہیں رکھتے ہو
فقیر نے کہا کہ کیا ہوا میاں؟ لوگوں نے کہا کہ تم نے بددعا دی اور عورت کی جان چلی گئی
فقیر نے کہا کہ واللہ میں نے تو کوئی بددعا نہیں دی تو لوگوں نے ضد کی اور کہا کہ نہیں تیری بددعا کا کیا دھرا ہے۔

جب لوگوں نے ضد کی تو فقیر نے کہا کہ اصل بات پوچھتے ہو تو میں نے کوئی بد دعا نہیں کی، یہ یاروں یاروں کی لڑائی ہے.

لوگوں نے کہا کہ وہ کیا؟ فقیر نے کہا کہ جب میں گزر رہا تھا اور میرے پاؤں سے چھینٹا اڑا اور اس عورت کے لباس پر پڑا تو اس کے یار کو غصہ آیا، اس نے مجھے مارا تو پھر میرے یار کو بھی غصہ آ گیا۔!!!

☆☆☆☆

اولیاء اللہ کی پہچان

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَمَن یُّرِدِ اللّٰہُ اَن یَّھدِیَہٗ یَشرَح صَدرَہٗ لِلاِسلَامِ

سن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں

گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

اللہ تعالیٰ جس بندے کو اپنا ولی بنانا چاہتے ہیں، اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے غیب سے ایسے اسباب پیدا فرماتے ہیں کہ وہ خود حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ یا اللہ! میں پہلے کیا تھا اور اب کیا سے کیا ہو گیا ہوں! اور دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف ایک کشش اور جذب محسوس کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو شانِ جذب سے تعبیر فرمایا ہے۔

تیری چوکھٹ پر

کلام: محترم سعید انور صاحب

تیری چوکھٹ پہ سجدے کو تڑپتی ہے جبیں مولا
جو ملتا ہے تیرے در سے نہیں ملتا کہیں مولا
میرے مولا کہاں جائیں لیے اپنی فغاں
اب ہم فلک بھی ہے خفا ہم سے خفا ہم سے زمیں مولا
بخیلی نے دھکیلا ہے وباوں میں
جہاں سارا سخاوت کے جہانوں کا بنا ہم کو مکیں مولا
بہت ہی زنگ ہے یا رب ہمارے دل کے باغوں میں
ہمارے دل ہوئے مردہ انہیں پھر کر حسیں مولا
چمن کو تو بچا مولا زمانے کی جفاوں سے
وفا والوں سے انور کو تو کردے ہم نشیں مولا

اندلس کے قاضی

محمد شعیب صاحب

اندلس کے قاضی کے دروازے پر دستک ہوئی، قاضی صاحب نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک نوجوان کھڑا تھا،نوجوان نے کہا حضور! مجھے پناہ چاہیئے،میرے پیچھے لوگ ہیں

قاضی صاحب نے کہا بیٹا! آجاؤ! قاضی صاحب نے ایک کمرے میں اس کو بیٹھا دیا،تھوڑی دیر بعد دروازہ پر دوبارہ دستک ہوئی قاضی صاحب نے دروازہ کھولا،سامنے قاضی صاحب کے اکلوتے اورنوجوان بیٹے کی لاش اٹھائے ہوئے لوگ کھڑے ہیں۔قاضی صاحب کوکہا جی آپ کے بیٹے کوقتل کردیا گیا ہے۔

قاضی صاحب نے پوچھا کس نے کیا؟

جواب آیا:ایک عیسائی نوجوان نے کیا ہے،اوروہ یہیں کہیں چھپ گیا ہے،ہم اس کے پیچھے دوڑے ہیں کہ انہی گلیوں میں چھپ گیا ہے،ہم اس کوتلاش کرر ہے ہیں

قاضی صاحب نے کہا:ہاں ہاں تلاش کرواوراس کی تدفین وتکفین کا انتظام کرو،جب تجہیز وتکفین ہوگئی ،جب آدھی رات بیت گئی تو انہوں نے پناہ والےنوجوان کے کمرے کےدروازے پہ دستک دی جب نوجوان نے دروازہ کھولا تو قاضی صاحب نے اس سے کہا! کہا بیٹا تجھے پتہ بھی ہےتو نے کس گھر میں پناہ لی؟

نوجوان نے کہا،جی نہیں!

قاضی صاحب نے کہا؛

جس گھر کا چراغ گل کیا ہےاسی میں پناہ لینے آئے ہو،تو نے میرے بیٹے کوقتل کیا ہےلیکن میں مسلمان ہوں، تجھےامن دے چکا ہوں،

یہ روٹی کا توشہ دان ہے، یہ تھیلے میں پیسے ہے یہاں سے بھاگ جا، باہر کہیں پکڑا گیا تو میں ذمہ دار نہیں، میری طرف سے تجھے امن ہے۔

یہ ایک زندگی تھی جو امت کو ملی تھی بھول جو گئے!!

مدت ہوئی صیاد نے چھوڑا ابھی تو کیا

تابِ پرواز نہیں راہِ چمن یاد نہیں

☆☆☆☆



رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہر امیر و حاکم چاہے وہ (صرف) دس آدمیوں پر ہی حکمران کیوں نہ ہو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی گردن میں ایک طوق ہو گا، یہاں تک کہ اس کو اس طوق سے اس کا (ماتحتوں سے کیا گیا) عدل و انصاف نجات دلائے گا یا پھر اس کا (ماتحتوں پر کیا گیا) ظلم اسے ہلاک و برباد کر دے گا۔" (مسند احمد بن حنبل: 9570، اسنادہ جید)

عظمت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

محترمہ زنیرہ عقیل صاحبہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے ہمارے لیے دین اسلام کی تکمیل فرمائی اور اس تکمیل دین کے لیے حضرت رسول عربی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی مقدس جماعت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت، تعلیم اور تلقین کے لیے منتخب فرمایا۔ یہ ایک ایسی مقدس جماعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام اُمت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ایک واسطہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اسلام اور شریعتِ اسلام میں خاص مقام ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو دنیا کی ہر چیز حتیٰ کہ اپنی آل اولاد اور اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو اپنی جانیں قربان کرکے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ امام ابوزرعہ عراقی جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے اساتذہ میں سے ہیں، ان کا یہ قول نقل کیا ہے: ''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی کی بھی تنقیص کررہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے، اس لیے کہ قرآن حق ہے، رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہے، جو تعلیمات آپ لے کر آئے وہ حق ہیں، اور یہ سب چیزیں ہم تک پہنچانے والے صحابہؓ کے سوا کوئی نہیں، تو جو شخص ان کو مجروح کرتا ہے وہ کتاب وسنت کو باطل کرنا چاہتا ہے، لہٰذا خود اس کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے، اور اس پر گمراہی اور زندقہ کا حکم لگانا زیادہ قرینِ حق وانصاف ہے۔'' اسی طرح علامہ سفارینی فرماتے ہیں: ''اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ تمام صحابہؓ کو پاک صاف سمجھے، ان کے لیے عدالت ثابت کرے، ان پر اعتراضات کرنے سے بچے، اور ان کی مدح وتوصیف کرے، اس لیے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز کی متعدد آیات میں ان کی مدح وثنا کی ہے۔ اس کے علاوہ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہؓ کی فضیلت میں کوئی بات منقول نہ ہوتی تب بھی ان کی عدالت پر یقین اور پاکیزگی کا اعتقاد رکھنا

اور اس بات پر ایمان رکھنا ضروری ہوتا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ساری اُمت کے افضل ترین افراد ہیں، اس لیے ان کے تمام حالات

اسی کے مقتضی تھے، انہوں نے ہجرت کی، جہاد کیا، دین کی نصرت میں اپنی جان ومال کو قربان کیا، اپنے باپ بیٹوں کی قربانی پیش کی، اور دین کے معاملے میں باہمی خیرخواہی اور ایمان ویقین کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔ (عقیدہ سفارینی، ج:۲،ص:۳۳۸)۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں بدتر وہی ہے جو اُن کو برا کہنے والا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ارشاد فرمایا:

۱:-"وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ، أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ۔" (الحجرات:۷)

ترجمہ:"پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی اور کھبا دیا (اچھا دکھایا) اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی، وہ لوگ وہی ہیں نیک۔"

۲:-"أُولٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔" (المجادلة:۲۲)

ترجمہ:"ان کے دلوں میں اللہ نے لکھ دیا ہے ایمان اور ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے۔"

۳:-"وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔" (التوبة:۱۰۰)

ترجمہ:"اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ، اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے۔"

۴:-"فَإِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔" (البقرة:۱۳۷)

ترجمہ:"سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح تم ایمان لائے ہدایت پائی انہوں نے بھی۔"

۵:-"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔" (آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ:"تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں۔"

۶:-"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا۔" (البقرة:۱۴۳)

ترجمہ:"اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمت معتدل۔"

آیت:۵ اور ۶ کے اصل مخاطب اور پہلے مصداق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

۷:-"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ۔"(الفتح:۲۹)

ترجمہ:''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں، تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں، ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی، نشانی (پہچان، شناخت) ان کی اُن کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے۔''

اس آیت میں ''وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ'' عام ہے، اس میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں، اس میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تزکیہ اوران کی مدح وثنا خود مالکِ کائنات کی طرف سے آئی ہے۔

۸:-''يَوْمَ لَا يُخْزِيْ اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔''(التحریم:۸)

ترجمہ:''جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کرے گا نبی کو اور ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ۔''

۹:-''قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ أَدْعُوْا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ۔''(یوسف:۱۰۸)

ترجمہ:''کہہ دے یہ میری راہ ہے، بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے۔''

۱۰:-''وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔''(الحدید:۱۰)

ترجمہ:''اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو ان سب قلوب میں بہتر پایا، ان کو اپنی رسالت کے لیے مقرر کر دیا، پھر قلب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرے قلوب پر نظر فرمائی تو اصحابِ محمد a کے قلوب کو دوسرے سب بندوں کے قلوب سے بہتر پایا، ان کو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت اور دین کی نصرت کے لیے پسند کر لیا۔''

(مسند احمد، رقم الحدیث:۳۴۶۸)

۲:-امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جو شخص اقتداء کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ اصحابِ رسول اللہ a کی اقتداء کرے، کیونکہ یہ حضرات ساری اُمت سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک، اور علم کے اعتبار سے گہرے اور تکلف وبناوٹ سے دور اور عادات کے اعتبار سے معتدل، اور حالات کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لیے پسند فرمایا ہے۔ تو تم ان کی قدر پہچانو اور اُن کے آثار کا

اتباع کرو، کیونکہ یہی لوگ مستقیم طریق پر ہیں۔''

(شرح السفارینی للدرة المنیفة، ج:۱،ص: ۱۲۴)

۳:-حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے معاملے میں، میرے بعد ان کو (طعن وتشنیع کا) نشانہ نہ بناؤ، کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی، اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچائی، اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانا چاہتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا۔''

(ترمذی، ج:۲،ص:۲۲۵)

۴:-حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو: خدا کی لعنت ہے اس پر جو تم دونوں (یعنی صحابہؓ اور تم) میں سے بدتر ہیں۔''

(ترمذی، ج:۲،ص:۲۲۵)

ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں بدتر وہی ہے جو اُن کو برا کہنے والا ہے۔اس حدیث میں صحابیؓ کو برا کہنے والا مستحقِ لعنت قرار دیا گیا ہے۔

ان آیات اور احادیث میں صرف یہی نہیں کہ اصحابِ رسول کی مدح وثناء اور ان کی رضوانِ الٰہی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے، بلکہ اُمت کو ان کے ادب واحترام اور ان کی اقتداء کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ان میں سے کسی کو برا کہنے کی سخت وعید فرمائی ہے، ان کی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت، ان سے بغض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض قرار دیا گیا ہے۔

صحابہ سے محبت ذخیرہ آخرت ہے۔اللہ رب کریم سے یہ دعا ہے کہ اے اللہ رب کریم ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت کرنا نصیب فرما اور ہمیں جہنم کے آگ سے بچا۔آمین

☆☆☆☆

پردہ کی حقیقت

محترمہ رعنا دلبر صاحبہ

ایک لڑکی نے آئی فون (i phone) خریدا، جب لڑکی کے والد کو علم ہوا تو لڑکی کے باپ نے پوچھا: بیٹی یہ کیا خریدا ہے؟

بیٹی نے والد کو جواب دیا: یہ آئی فون (i phone) موبائل ہے ابو جی

والد نے موبائل پر غور کرتے ہوئے بیٹی سے پوچھا: اِس پر یہ کالا کالا سا کیا لگا ہوا ہے۔؟

بیٹی نے جواب دیا: ابو جی یہ اِس موبائل کا کور (Cover) ہے۔

والد نے پوچھا: بیٹی کیا کمپنی نے یہ کور لگانے کا کہا ہے؟

بیٹی نے جواب دیا: نہیں ابو جی! یہ میں نے خود لگایا ہے، تاکہ اس کی حفاظت ہو

والد نے بیٹی کو کہا: کیا کور لگانے سے کمپنی کی کوئی عزّت ہوتی ہے؟

بیٹی نے جواب دیا: نہیں ابو جی...! اس کور کو لگانے سے یہ موبائل کی حفاظت کرتا ہے اور موبائل محفوظ رہتا ہے۔

والد نے اپنی پیاری بیٹی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: کیا اس کور کو موبائل پر لگانے سے موبائل خراب نہیں لگتا۔؟

بیٹی نے جواب دیا: نہیں ابو جی! اس کے لگانے سے موبائل کی حفاظت ہوتی ہے چاہے دیکھنے میں کسی کو اچھا لگے یا نہ لگے

والد مُسکرا کر کہنے لگا میری پیاری بیٹی پردا اور حجاب بھی اسی طرح ہیں اس سے آپ کی مکمل حفاظت ہوتی ہے چاہے کسی کو دیکھنے میں صحیح لگے یا نہ لگے

پیاری ماؤں بہنوں پردے کو معمولی مت سمجھیں کیونکہ قیمتی چیز ہمیشہ چھپا کے رکھی جاتی ہے نہ کہ اسے عام دکھا جاتا ہے۔ یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے ان شاء اللہ آپ کی تمام پریشانیوں سے حفاظت ہوگی عمل کر کے کو دیکھیں۔

☆☆☆☆